مولانا محمد یوسف انور

ختم نبوت کی تحریکوں میں علماے اہل حدیث کا کردار

عقیدۂ ختم نبوت ہر مسلمان پر واجب ہے۔ اُمّتِ مسلمہ کی اجتماعیت اسی عقیدے سے وابستہ ہے۔ اگر کوئی شخص ختم نبوت کی نفی کرتا ہے یا اس میں کمی بیشی کا مرتکب ہوتا ہے تو گویا وہ اسلام کی خوبصورت عمارت میں نقب زنی کرتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے:

﴿وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ [1]

محمد ﷺ نہ صرف اللہ کے رسول ہیں بلکہ تمام انبیا کو ختم کرنے والے ہیں۔

اور خود آپ ﷺ نے فرمایا: «أنا خاتم النّبيين لا نبي بعدي» [2]

''میں انبیا کو ختم کرنے والا ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کے ان فرامین کے تحت تمام اُمّت کا ختم نبوت کے عقیدہ پر اجماع و اتحاد ہے جس سے اِنحراف یا اختلاف متفقہ طور پر دائرۂ اسلام سے اِخراج ہے۔ پوری اُمّت کا اس اَمر پر بھی اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص آپ ﷺ کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا تو وہ جھوٹا اور کذّاب ہے۔ اُمت اس پر بھی متفق ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام جنہیں زندہ آسمان پر اٹھایا گیا ہے، ان کا نزول دوبارہ ہو گا مگر نبی کی حیثیت سے نہیں بلکہ خاتم الانبیا محمد رسول اللہ ﷺ کے اُمّتی کی حیثیت سے نزول ہو گا۔

سرزمین ہند میں قادیان کے مرزا غلام احمد نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا تو علماے اُمت نے اس فتنہ کے سدّباب کے لیے بھرپور کردار اَدا کیا اور اس عظیم جدوجہد میں علماے اہل حدیث کی خدمات سرفہرست اور امتیازی حیثیت رکھتی ہیں۔ چنانچہ آغا شورش کاشمیری مرحوم نے اپنی زندگی کی آخری تصنیف 'تحریکِ ختم نبوت' میں لکھا ہے کہ مرزا قادیانی کی سب سے پہلے سرکوبی

1 سورۃ الاحزاب: ۴۰
2 جامع ترمذی: رقم ۲۱۴۵

کرنے والے مولانا محمد حسین بٹالوی اہل حدیث تھے جنہوں نے جگہ جگہ مرزا کا تعاقب کرکے اس کے مذموم مقاصد اور دعاوی کو باطل ثابت کیا۔ اُنہوں نے اپنے استاذِ گرامی میاں نذیر حسین محدث دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوکر ایسے غلط عقائد اور دعوے کرنے والے شخص کے بارے میں کفر کا فتویٰ حاصل کیا جبکہ دوسرے مکاتبِ فکر ابھی سوچ بچار کررہے تھے اور مرزا کے ان گمراہ کن عقائد کے صغرے کبرے بنانے میں لگے ہوئے تھے۔ انہی دنوں سردارِ اہل حدیث مولانا ثناء اللہ امرتسری نے تو قادیان جاکر مرزا کو للکارا، لیکن اسے مولانا موصوف کا سامنا کرنے کی جرأت نہ ہوسکی۔

اس سلسلہ میں قاضی محمد سلیمان منصورپوری اور مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اور حافظ محمد عبداللہ روپڑی کے تبحر علمی و سید محمد شریف گھڑیالوی کی حکیمانہ بصیرت اور کاوشوں کو کون نظر انداز کرسکتا ہے جن کے بعد مولانا عطاء اللہ حنیف اور مولانا محمد حنیف ندوی کی تصنیفی و تالیفی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مولانا سید محمد داؤد غزنوی (جو اس تحریک کی مجلس عمل کے جنرل سیکرٹری تھے)، مولانا محمد اسماعیل سلفی گوجرانوالہ، مولانا عبدالحمید سوہدری، علامہ محمد یوسف کلکتوی کراچی، مولانا معین الدین لکھوی، مولانا حکیم عبدالرحمٰن آزاد گوجرانوالہ، مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری، مولانا عبدالرشید صدیقی ملتان، مولانا عبداللہ احرار، مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف، مولانا حافظ محمد اسماعیل روپڑی، مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی، مولانا حافظ محمد اسماعیل ذبیح راولپنڈی، مولانا حافظ محمد ابراہیم کمیرپوری، مولانا علی محمد صمصام اور مولانا احمد دین گکھڑوی رحمۃ اللہ علیہم اور بہت سے اس زمانے کے علمائے اہلحدیث کا کردار تحریک میں نمایاں تھا جن میں سے اکثر نے قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ اسی تحریک کے دوران فیصل آباد میں مولانا علی محمد صمصام، مولانا احمد دین گکھڑوی، مولانا محمد صدیق، مولانا محمد ابراہیم خادم تاندلیانوالہ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

ان سطور کا راقم بھی اپنی صغر سنی میں والد حاجی عبدالرحمٰن پٹوی کے ہمراہ ان اکابر کے ساتھ چند ہفتے ڈسٹرکٹ جیل فیصل آباد میں رہا، کیونکہ میں نے مرکزی جامع مسجد کچہری بازار کے بہت بڑے جلسہ میں مولانا صمصام کی ایک نظم مرزا غلام احمد کی مذمت میں پڑھی تھی۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت ۲۹ رمئی ۱۹۷۴ء کو شروع ہوئی۔ اس روز قادیانی جماعت کی

ربوہ تنظیم 'کمانڈو' کے کارکنوں نے چناب نگر ریلوے اسٹیشن (سابقہ ربوہ) پر نشتر میڈیکل کالج ملتان کے مسلمان طلبہ پر جو تفریحی ٹور سے چناب ایکسپریس کے ذریعے واپس آ رہے تھے محض اس جرم کی پاداش میں حملہ کر دیا کہ اُنہوں نے ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگائے تھے۔ اس واقعہ کی فیصل آباد میں خبر پہنچتے ہی بہت سے لوگوں کے علاوہ فیصل آباد شہر کے علما مولانا محمد صدیق، مولانا محمد اسحٰق چیمہ، مفتی زین العابدین، مولانا عبدالرحیم اشرف، مولانا تاج محمود اور راقم الحروف فیصل آباد ریلوے اسٹیشن پر آ گئے جہاں چناب ایکسپریس ۲ر گھنٹے رُکی رہی اور ڈاکٹروں کی ایک ٹیم نے زخمی طلبہ کی مرہم پٹی کی۔ علمانے اس سانحہ پر مشتعل ہجوم کو یقین دلایا کہ قوم کے ان نونہالوں کا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔ چنانچہ فی الفور پریس کانفرنس کر کے اس اَلم ناک صورت حال کو بیان کیا گیا اور ملک بھر کو آگاہ کیا گیا، اگلے روز شہر میں ہڑتال کی گئی۔ بیرونی شہروں سے علمانے فیصل آباد کی دینی قیادت سے رابطہ قائم کیا اور ایک مجلس مشاورت کے بعد راولپنڈی میں مولانا غلام اللہ خان کی دعوت پر ان کی مسجد راجہ بازار میں نمائندہ اجلاس کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا۔ اس اجلاس میں شرکت کے لیے فیصل آباد سے جو وفد بنایا گیا اس میں مفتی زین العابدین، مولانا عبدالرحیم اشرف، مولانا تاج محمود، مولانا محمد صدیق، مولانا محمد شریف اشرف اور راقم الحروف شامل تھے۔

ٹرین پر سفر کے لیے اسٹیشن روانگی سے قبل مولانا محمد اسحٰق چیمہ نے فرمایا کہ راستے میں گرفتاری ہو سکتی ہے۔ اس لیے بہتر ہو گا کہ کچھ حضرات بذریعہ کار روانہ ہوں، اس تجویز پر مفتی زین العابدین، مولانا محمد اسحٰق چیمہ اور مولانا عبدالرحیم اشرف ٹرین سے اور مولانا محمد صدیق، مولانا محمد شریف اشرف اور راقم الحروف بذریعہ کار عازمِ راولپنڈی ہوئے۔ چنانچہ ٹرین پر سفر کرنے والے علما کو لالہ موسیٰ ریلوے اسٹیشن پر پولیس نے گرفتار کرلیا، جبکہ بذریعہ کار جانے والے راولپنڈی پہنچ گئے۔ دیگر شہروں سے آنے والے علما کے ساتھ بھی راستوں میں یہی سلوک ہوا تاہم علما کی اچھی خاصی تعداد اس ہنگامی اجلاس میں موجود تھی۔

اس اِجلاس میں مجلس عمل تحفظ ختم نبوت قائم کی گئی جس کے امیر مولانا محمد یوسف بنوری، کراچی بنائے گئے۔ مولانا محمود احمد رضوی سیکرٹری جنرل اور ناظم مالیات میاں فضل حق ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیۃ اہلحدیث مقرر ہوئے۔ فیصل آباد سے شروع ہونے والی یہ تحریک چند دنوں میں

ملک گیر شکل اختیار کر گئی جس میں مرکزی سطح پر علامہ احسان الٰہی ظہیر، حافظ عبد القادر روپڑی، مولانا حافظ عبد الحق صدیق ساہیوال، مولانا محمد حسین شیخوپوری، مولانا محمد عبد اللہ گورداسپوری بوریوالہ اور شیخ الحدیث مولانا محمد عبد اللہ آف گوجرانوالہ پیش پیش تھے۔ ہمارے شہر فیصل آباد میں مقامی مجلس عمل کے صدر میاں طفیل احمد ضیا (جماعت اسلامی) اور ان سطور کا راقم سیکرٹری جنرل تھے۔ تمام مکاتبِ فکر پر مشتمل علمائے کرام، مرکزی مجلس عمل کے ممتاز قائدین اور علمائے اُمت نے یہ تحریک اسی منصوبہ بندی اور حکمت عملی سے چلائی کہ سارا ملک سراپا احتجاج بن گیا۔

حکومت نے صمدانی کمیشن تشکیل دیا جس نے ربوہ اسٹیشن کے سانحہ اور آمدہ واقعات کی تحقیقات کی مگر پھر ہوا یہ کہ قومی اسمبلی کو انکوائری کمیٹی میں تبدیل کر دیا گیا اور مرزائی لاہوری پارٹی کے سربراہ قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر احمد پر قومی اسمبلی میں کئی روز تک جرح ہوتی رہی، جرح کے لیے یہ طریق کار طے ہوا کہ اراکین اسمبلی جو سوال کریں وہ سکریننگ کمیٹی میں پہلے پیش کریں اور اس کے ساتھ مرزائی لٹریچر سے وہ عبارت مع حوالہ جات درج کریں جس کی بنا پر وہ سوال کر رہے ہیں۔ کمیٹی کے مطالبہ پر اصل کتاب اور دستاویزات بھی مہیا کریں۔ یہ کمیٹی معقول اور مدلل سوالات اٹارنی جنرل کو فراہم کرے جو متعلقہ رکن اسمبلی کے حوالے سے مرزائی لیڈروں سے جواب طلب کریں۔

سوالات مرتب کرنے کے لیے رکن قومی اسمبلی خواجہ محمد سلیمان تونسوی نے خواجہ قمر الدین سیالوی سے کہا کہ وہ ان کی راہنمائی کے لیے کسی صاحبِ علم کا انتظام کریں۔ خواجہ سیالوی نے مولانا محمد ابراہیم کمیرپوری معروف اہلحدیث عالم اور مناظر کا انتخاب کیا۔ چنانچہ مولانا کمیرپوری خواجہ تونسوی کے پاس اسلام آباد پہنچ گئے جہاں اُنہیں معلوم ہوا کہ مفتی محمود، مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبد الحکیم اور پروفیسر عبد الغفور و دیگر حضرات نے بھی اسی مقصد کے لیے کچھ علما کی خدمات حاصل کر رکھی ہیں۔ اٹارنی جنرل ممبران کے حوالے سے جو سوال کرتے، وہ دراصل انہی علما کے مرتب کردہ ہوتے تھے جو درمیانی کمیٹیوں سے پاس ہو کر وہاں تک پہنچتے تھے۔ ارکانِ اسمبلی کی طرف سے مرزا ناصر پر کیا جانے والا آخری سوال یہ تھا:

''آپ لوگ مرزا کی نبوت کو ظلّی بروزی اور لغوی وغیرہ کہہ کر اس کی شدت اور سنگینی کو

کم کرنا چاہتے ہیں جبکہ وہ خود اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ کے نعوذ باللہ ہم پلّہ بلکہ ان سے اونچی شان کا حامل قرار دیتے ہیں جیسا کہ ان کا ایک مرید ان کی زندگی اور ان کی موجودگی میں ان کی مدح اور توصیف ان الفاظ میں کرتا ہے ؎

محمد پھر اُتر آئے ہیں ہم میں — اور آگے سے بڑھ کر ہیں اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل — غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

مرزا غلام احمد نے اس گستاخ کو نہ جھڑکا اور نہ ہی ڈانٹا بلکہ زبانِ مبارک سے جزاک اللہ کہا اور فریم شدہ قصیدہ گھر لے آئے۔

مولانا کمیر پوری بتاتے ہیں کہ سکریننگ کمیٹی میں جو سوالات ہماری طرف سے پیش کئے گئے، ان میں یہ سوال اپنے صحیح حوالہ سے ساتھ شامل تھا۔ تاہم یہ سوال ایک اور رُکن اسمبلی کی طرف سے بھی آیا تھا، لیکن اُنہوں نے غلطی سے اخبار بدر، قادیان کی جگہ الفضل قادیان لکھ دیا تھا۔ سکریننگ کمیٹی نے طے کیا کہ یہ سوال اس معزز ممبر کی طرف سے پیش ہوا اور اس کا منشا یہ تھا کہ زیادہ سے زیادہ ارکانِ اسمبلی کو جرح کے عمل میں شریک کیا جائے۔ مرزا ناصر احمد سے اٹارنی جنرل نے جب یہ سوال کیا تو اُنہوں نے کہا کہ یہ سوال قطعی بے بنیاد ہے کیونکہ اخبار الفضل تو شروع ہی مرزا غلام احمد کی وفات کے بعد ہوا تھا۔ اٹارنی جنرل نے سوال واپس لے لیا اور ارکانِ اسمبلی کو صحیح حوالہ پیش کرنے کی ہدایت فرمائی۔ مولانا کمیر پوری نے متعلقہ کمیٹی کی وساطت سے قومی اسمبلی کے سیکرٹری او راٹارنی جنرل تک اصل حوالہ پہنچایا، دوسرے دن کارروائی کے آغاز ہی میں اٹارنی جنرل نے مرزا ناصر احمد سے کہا کہ مرزا صاحب وہ کل والی بات پوری طرح صاف نہیں ہوئی۔ مرزا ناصر احمد نے پُر اعتماد اَنداز میں کہا: جناب میں بتا چکا ہوں کہ ۱۹۰۲ء میں 'الفضل' تھا ہی نہیں۔ اٹارنی جنرل نے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ کسی اور اخبار، رسالے یا کتاب میں ہو اور فاضل ممبر کو حوالہ لکھنے میں غلطی ہو گئی ہو۔ آپ اپنے پورے لٹریچر سے اس کی نفی کریں، مرزا ناصر احمد نے ایسے ہی کہا اور کہا کہ یہ ہم پر کھلم کھلا بہتان ہے، میں اپنے مکمل لٹریچر میں سے اس کی نفی کرتا ہوں اس پر اٹارنی جنرل نے ہمارا پیش کردہ ۲۲/ اکتوبر ۱۹۰۲ء کا اخبار 'بدر' قادیان نکالا اور بلند آواز سے یہ اشعار پڑھتے ہوئے قومی اسمبلی کو ورطۂ حیرت میں اور خلیفہ ربوہ کو بحر ندامت میں ڈال دیا۔

اُنہوں نے خلیفہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: مرزا صاحب! یہ بات قطعاً قرین قیاس نہیں کہ یہ حوالہ آپ کو اور آپ کے معاونین کو معلوم نہ ہو، بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ نے ایک مذہبی راہنما ہوتے ہوئے اس ہاؤس میں حقائق پر پردہ ڈالنے کی ناروا جسارت کی۔ خلیفہ اس کارروائی سے اتنا بددل ہوا کہ اس نے مزید سوالات کا جواب دینے سے معذوری ظاہر کر دی اور اس کی پسپائی اور رسوائی سے معاملہ اپنے منطقی انجام کو پہنچا۔

۱۹۷۴ء کی یہ تحریک اس قدر منظّم تھی کہ صرف تین ماہ اور دس دنوں میں اسے اللہ تعالیٰ نے کامیابی سے ہم کنار کیا۔ اور ۷ ر ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ اس واقعہ کی یاد میں ۷ ر ستمبر کو یوم فتح کے طور پر ہر سال منایا جاتا ہے اور زبان و قلم پر اس روز طرح طرح کی کہانیاں زور شور سے لائی جاتی ہیں، لیکن اسے کم ظرفی یا تنگ دلی یا تجاہل عارفانہ ہی کہا جا سکتا ہے کہ تحریک کے آغاز و پس منظر اور محرکین کے نام تک نہیں لیے جاتے، حالانکہ ان میں اہلحدیث علما کا کردار سر فہرست ہے جو ایک عظیم سعادت ہے!!

۷ ر ستمبر کا دن یقیناً خوش و مسرت کا دن ہے کہ ہمارے اکابر کی کوششوں اور گراں قدر قربانیوں کے نتیجہ میں ایک دیرینہ مسئلہ حل ہوا، لیکن اس دن کے بعد قادیانیوں نے آئین سے بغاوت کرتے ہوئے خود کو غیر مسلم تسلیم کر لینے کی بجائے خود کو مسلمان ثابت کرنا اور مظلوم ثابت کرنا شروع کر دیا۔ مزید بر آں اسلامی اصطلاحات کو بڑے دھڑلے سے استعمال کرنا شروع کر دیا جس پر ہمارے علما نے جنرل ضیاء الحق مرحوم سے ایک آرڈیننس جاری کروایا کہ قادیانی اسلامی اصطلاحات استعمال نہیں کر سکتے۔ لیکن قادیانی اس آرڈیننس کے خلاف پہلے شرعی عدالت میں گئے اور کہا کہ یہ ہمارے ساتھ ظلم ہے مگر شرعی عدالت نے قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ فیصلہ دیا کہ قادیانی اپنی اصطلاحات الگ بنائیں اور مسلمانوں کی اصطلاحات استعمال نہ کریں۔ پھر قادیانی اس فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں گئے کہ یہ مذہبی آزادی کے خلاف ہے جس پر سپریم کورٹ نے ۱۹۹۳ء میں تاریخی فیصلہ دیا کہ قادیانی اسلامی اِصطلاحات استعمال کر کے مسلمانوں کے دلوں کو مجروح کرتے ہیں۔ لہٰذا آج پھر ضرورت شدید ہے کہ عقیدہ ختم نبوت کے خلاف ہونے والی سازشوں کو ناکام بنا دیں اور اس اہم کام کے لیے تمام مکاتبِ فکر کو ماضی کی طرح اپنے اکابر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے متفقہ لائحہ عمل اختیار اور پوری دل جمعی سے اس پر کام کرنا چاہیے۔